

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اشارات

اچھں چند روز سے یہ خوش آئند خبر گونج رہی ہے کہ محب اسلام اور خادم وطن (کالعدم) جماعتوں کے رہنما باہمی اتحاد کے موضوع پر گفت و شنید بھی کر رہے ہیں اور سوچ و بچار بھی۔ بڑی مبارک خبر ہے اور اگر یہ نتیجہ خیز نکلے تو جملہ مومنوں کو یہ اتحاد مبارک ہو۔

مگر میری سمجھ سے یہ امر بالاتر ہے کہ ایک مسلمان کلمہ کو قبول کرتے ہی دوسرے مسلمان کا بھائی اور خیر خواہ بن جاتا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ گفت و شنید کے سامان کیے جائیں اور باہمی رد و کد ہو۔ اسی بات کو میں یوں بھی کہوں گا کہ جس دن کوئی شخص اسلام کو قبول کرتا ہے اُس دن سے اُسے جس طرح بنیادی عقاید، عبادات، خمسہ کی تلقین کی جاتی ہے اسی طرح اُسے یہ بات بھی سمجھا دینی چاہیے کہ اب تمام مسلمان تمہارے بھائی ہیں اور تم اُن کے بھائی ہو۔

وحدت اور اخوت اور اتحاد اگر خود اسلام ہی کے تقاضے ہیں تو ان تقاضوں کو عوام فہم کیا، خود اُن کے دینی رہنما بھی نہیں سمجھتے۔ اور اُن میں دوسروں کے لیے جذبہ خدمت خیر خواہی نہیں ہوتا۔ بلکہ انہی کا رویہ اور انہی کی تلقینات ان کے معتقدین بھی محض کلامی اور فقہی اختلاف رکھنے والوں سے نفرت کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ معاشرتی اور سیاسی امور

ہی میں افتراق محدود نہیں رہتا بلکہ مسجدیں تک الگ الگ ہو جاتی ہیں۔

مسجدوں کا ذکر آیا تو بڑے دردمندانہ جذبے کے ساتھ میں یہ کہتا ہوں کہ کئی ہزار جامع مساجد کے علاوہ عام مسجدیں بھی بکثرت ہیں۔ یہ گریا تعلیم و تلتین کے ایسے مراکز ہیں جہاں سے اگر چند سال مسلسل تعمیری کام کیا جاتا تو حکومتوں کے بگڑے باوجود تیزی سے اصلاحات پھلتیں، مگر میری ذاتی شہادت یہ ہے کہ مسجدوں میں حرام کامیوں کے خلاف، مٹھ اور زبان اور مال کے ذریعے دوسروں پر ظلم کرنے کے خلاف، اسراف کے خلاف، خیانت کے خلاف، محلے اور گلیوں کی گندگی کے خلاف، اسلامی تقاضوں کو کبھی اصل موضوع بنا کر ترتیب سے اصلاح معاشرہ کا کام نہیں کیا گیا۔ اسی طرح سیاست سے مسجدوں کی تعلق اس حد تک ہے کہ خالص اصولی سیاسیات پر بھی کبھی جامع اور موثر تقاریر نہیں ہوئیں جو تعلیم عوام کا ذریعہ بن سکتی۔ توحید کی اہمیت کا بیان، رسول اللہ کے مدارج عالیہ کا تذکرہ، نماز روزے اور حج و زکوٰۃ یا قربانی کے موضوعات پر ہر سال ایک ہی طرح کی گفتگوئیں اور پھر اس سے آگے نعتیں اور لاؤڈ اسپیکر پر اجتماعی جہری ذکر وغیرہ کی طرف توجہ مبذول رہتی ہے۔ یہ ساری چیزیں اپنی جگہ ضروری، مگر قرآن و سنت کا وہ وسیع حصہ جس میں سیاسی معاشی اور معاشرتی فلاح کا راستہ بتایا گیا ہے۔ وہ تقریباً نظر انداز رہتا ہے۔

ورنہ اگر مسجدوں کو فضول اختلافی بحثوں سے الگ رکھ کر انہیں دین کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کا شعور بھیلانے کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا اور درس، خطبوں، وعظوں اور تقریروں کے ذریعے قوم کو صحیح معنوں میں عملاً مسلم قوم بنانے کی فکر کی گئی ہوتی تو پانچ دس برس میں ہمارے عوام کے ذہن اسلام کی روشنی سے چمک رہے ہوتے اور ان کی عملی زندگی کی سرگرمیوں کی خوشبو ہر طرف پھیلتی۔ آج اسلامی تعمیر و اصلاح کے کئی ہزار مرکز شہروں سے لے کر چھوٹے دیہات تک ہمارے پاس ہونے کے باوجود قوم وقت کی ڈگر پر چلی جا رہی ہے۔ وہی دولت پرستی، وہی رشوت، وہی خیانت، وہی قتل

اور چوریاں وہی غیر اسلامی تہذیب اور عُریانی و فحاشی اور بدکاریاں اور وہی استخصال، جو غیر مسلم قوتوں میں ہے، ہمارے ہاں بھی ہے۔ اسی طرح سیاسی و معاشی امور میں افغان پریشان ہیں۔ اور جب زندگی اُن کے سامنے نت نئے مسائل رکھتی ہے تو وہ ان کا حل تلاش کرتے ہیں۔ انہیں عمل کی مختلف بارگاہوں سے مختلف جواب ملتے ہیں۔

یہاں یہ حال ہو رہا ہے سچا اتحاد اگر قائم ہو جائے تو وہ عجائبات قدرت اور عطیات الہیہ میں سے ہو گا۔ اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اتحاد کی مبارک مساعی کو آگے بڑھانے ہوئے یہ ضرور سوچیے کہ پہلے جو اتحاد بنا تھا وہ کیوں ٹوٹا؟ اس معاملے میں ایک دوسرے پر الزامات لگانے کے بجائے اصولاً ان وجود و اسباب کو متعین کیجیے جو خاتمہ اتحاد کا باعث بنے اور لوگوں میں آمینہ آہستہ یہ احساس پروان چڑھنا گیا کہ حسبِ اسلام و وطن جماعتوں اور ان کے بیڑوں میں اتحاد کو آگے بڑھانے اور اُن سے بدلنے حالات میں قائم رکھنے کی صلاحیت ہی نہیں بلکہ یہ کہ سارا تماشا حصولِ اقتدار کا ہے، دین اصلاً مقصود نہیں ہے۔ اس بنا پر بہت سے لوگ سرے سے اس بات ہی کے مخالف بن گئے ہیں کہ ان جماعتوں کو اتحاد قائم کرنا چاہیے۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ اس امر کا بھی قطعی اور شعوری فیصلہ کر لیجیے کہ آپ حقیقت میں کس مقصد کے لیے اتحاد کرنا چاہتے ہیں؟ کیا محض جمہوریت کے لیے؟ کیا انتخابات جیتنے کے لیے؟ کیا اپنی اہمیت بڑھانے کے لیے اور اپنی برتری کا سکھ چلانے کے لیے؟ یا کیا کسی ردِ عمل کے تحت؟

اگر اس طرح کے کسی مقصد کے لیے مل بیٹھنا ہے تو پھر یہ سب کچھ چار دن کا کھیل ثابت ہو گا۔ ہاں اگر مقصد غلبہ دین حق، اقامتِ دین یا نظامِ مصطفیٰ کا قیام اور پاکستان کی ترقی اور اس کی سالمیت کا تحفظ ہو جس میں جماعتیں اور شخصیتیں ہر ممکن حصہ لیں اور بے لوث طریق سے کام کا نقشہ بنائیں اور کارکنوں کو اس میں مصروف کریں۔ لیکن حصولِ اقتدار کے لیے باہم

کشکش کرنے سے اتحاد کو محفوظ رکھیں۔

یہ بات سچے اسلامی اتحاد کے منافی ہے کہ کون فریق کسی دوسرے سے چاہے کہ مجھ سے معافی مانگی جائے۔ یہ سلسلہ اگر آگے چلے تو ہر جماعت اور لیڈر کی طرف سے دوسروں کے رویے، ان کے بیانات، ان کے انٹرویوز اور ان کی تحریروں کے خلاف ایسی شکایات ہو سکتی ہیں کہ ہر کوئی یہ مطالبہ لے کے اٹھے کہ پہلے فلاں ہم سے معافی مانگے تب اتحاد دہو ہو سکتا ہے۔

اختلافات اور شکایات کے پچھلے دفتر دریا برد کیے بغیر اتحاد اقول تو ہونا مشکل اور ہو جائے تو چپنا مشکل۔ کیونکہ اس طرح کی باتوں میں یہ جذبہ چھپا ہوا ہے کہ ہم دوسروں سے برتر ہیں اور اپنی برتری کے ساتھ دوسروں سے ملیں گے۔

اگر یہ کسی جاگیر اور جائیداد کے جھگڑے کی بات ہوتی یا کسی مال کا بٹوارہ ہو رہا ہوتا تو لڑنا، جھگڑنا، روٹھنا، دباؤ ڈالنا اور کسی فریق سے معافی طلب کرنا، یہ ساری چیزیں بجا ہوتیں۔

آپ تو اللہ کے دین اور اس کے کلمے کو بلند کرنے اور اس کی عطا کردہ آزاد اسلامی ریاست کو ہر طرح محفوظ رکھنے کے لیے یک جا ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ آپ کا تو یہ اپنا کام ہے، اور دوسروں ہی کو نہیں، خود آپ کو اس کی ضرورت ہے کہ جملہ محب دین و وطن عناصر آپ کے ساتھ ایک صف میں آجائیں۔ بلکہ اٹا آپ اس پر تیار ہو جائیں کہ کسی کی منت سماجت بھی کرنی پڑے گی تو ہم کریں گے۔ ورنہ اگر دوسری راہ آپ نے پسند کی تو یا تو آپ لا دین، مخالف دین، تخریب پسند اور علیحدگی پسند سیاست بازوں کے طوفان کی ایک موج بننے پر مجبور ہوں گے، یا آپ جمہوری دور شروع ہونے پر کسی بھی ایوان میں سے چند فی صد سیٹیں لے جائیں گے۔ ایسی قوت دنیوی کاموں کے لیے سفارشیں تو کر سکتی ہے، مگر اسلامی نظام کی تعمیر کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔

پس پہلے ہی سے یہ ذہن لے کر چلیے کہ ہم اسلام کی بدتمیزی ملک کے تحفظ اور عوام کو ظلم و استحصا ل سے بچانے اٹھے ہیں۔ اس کام کے لیے اگر کچھ اور طاقتیں بھی موجود ہوں تو ہم ان سے تعاون کریں گے۔

اتحاد کے لیے غور و فکر آپ نے کس وقت شروع کیا ہے جب کہ ایم، آر، ڈی کی تحریک تباہ کن تخریبی کارروائیوں کا طوفان ملک کے ایک حصے میں اٹھا چکی ہے اور کوشاں ہے کہ دوسرے حصوں میں بھی ان کے ہم خیال حضرات ایسا ہی تخریبی طوفان اٹھا کر ملک کو نہ صرف اندرونی طور پر تباہ کر دیں بلکہ روس اور بھارت کے لیے پاکستان کو "سبق سکھانے" ہزار سالہ تاریخ کا بدلہ لینے کے لیے موقع پیدا کر دیں۔

اگر یہ اتحاد ایم، آر، ڈی کے قیام سے پہلے وجود میں آیا ہوتا تو شاید ایم، آر، ڈی وہ تئیں کیسل کیسل ہی نہ سکتی جو آج سندھ میں کھیل جا رہا ہے۔ یہ نہیں تو کم سے کم سیاست دانوں میں اتنی بصیرت ضرور ہونی چاہیے تھی کہ ایم، آر، ڈی کے جھنڈے تلے جو عناصر جمع ہو رہے ہیں، ان کے ہاتھوں کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ اور ایم، آر، ڈی کے قیام کے فوراً بعد اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے بہت سے اشخاص اور گروہوں کو ادھر جانے سے روک سکتے ہیں۔ اور عوام کو بے یقینی اور انتشار سے بچا سکتے تھے۔ آج عوام کی بہت بڑی تعداد عجیب گروہوں میں ہے۔ وہ تخریبی ہنگاموں کو ناپسند کرتی ہے مگر اسے کوئی مضبوط جوابی پلیٹ فارم نظر نہیں آتا کہ جس کے گرد وہ مجتمع ہو سکے۔ وہ ایم، آر، ڈی کی حرکات کو بھی نفرت سے دیکھتی ہے اور حکومت کی طرف سے تخریبی عناصر کے متعلق اس پالیسی سے بھی پریشان ہے جو اگر درست طریق سے کام کرتی تو حالیہ ہنگاموں سے بہت قبل، ہر مقام کا ایک ایک خطرناک فرد اس کی فہرستوں میں درج ہوتا۔ تخریبی کارروائیوں کے جو منصوبے بنتے رہے ہیں ان کی اطلاع و قوعوں سے پہلے مرکزی ایوان اقتدار تک پہنچ جاتی۔ نیز میں قرطاس ایضاً کے مطابق خیانت کار اکابر کا محاسبہ پہلے ہی کر چکی ہوتی، نیز اس وقت مخالفین اسلام و پاکستان کی ایک بڑی طاقت کے زہریلے دغوت

نڈرے جاسکتے تھے۔

مگر حکومت جو کچھ بھی کہتی رہی ہے اور کہ رہی ہے اس سے قطع نظر اسلام اور پاکستان سے
رشتہ و فار کھنے والوں کا فرض اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔

آج ایک مخالف الزام لگا سکتا ہے کہ ایم آر ڈی کی تخریبی تحریک کو دیکھ کر کچھ اچھے
لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ وہ بھی متحد ہو جائیں تو ایک قوت بن سکتے ہیں اور اس قوت
کو اسلام و پاکستان کی مخالف تحریکوں کے مقابلے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

خطرہ ہوتا ہے کہ ایسے اتحاد اور ایسی تحریکوں کا مزاج منفیت پسندانہ بن جائے یا
ردِ عملی اور جوابی۔

پھر بھی یہ بات مبارک ہے کہ اس بحرانی دور میں کسی بھی وقت مہمانِ اسلام و پاکستان
کا اتحاد قائم ہو، وسیع ہو، مضبوط ہو اور عوام کی اکثریت کو اپنے گرد سمیٹ لے اور انہیں
مایوسی اور انتشار اور اضطراب سے بچائے۔ اس کے لیے جگہ خالی پڑی ہے۔
بس شرط یہی ہے کہ اتحاد کے مزاج کو ردِ عملی منفیت سے شروع سے ہی محفوظ
رکھا جائے۔

آخری بات یہ کہ اتحاد ہو جانے پر بلکہ اتحاد کی بات چھیڑنے ہی پر متخالفانہ بیان بازی
نہیں ہونی چاہیے۔ اور تمام امور اور اقدامات باہمی مشوروں سے ہونے چاہئیں۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی
ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ ان کا خاص
احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔ (ادارہ)